مجلّہ علوم اسلامیہ

احمد بن ادریس القرافی اور مطالعہ عیسائیت

☆ عبدالرشید رحمت

اس مختصر سے مقالہ میں القرافی کی ایک کتاب جو بنیادی طور پر عیسائیت کے عائدہ کردہ الزامات کا جواب ہے کا تعارف اور تجزیہ پیش کرنا ہے کہ القرافی مسلم معاشرہ میں تربیت پانے کے باوجود عیسائیت اور اس کے بنیادی عقائد سے کس قدر باخبر تھے۔ انہوں نے اپنے دین (اسلام) پر عائد کردہ الزامات کا جواب کس طرح پیش کیا۔ کتاب کے تعارف سے قبل مصنف علام کا مختصر تعارف کچھ اس طرح سے ہے۔

القرافی کا پورا نام ابوالعباس احمد بن ادریس بن عبدالرحمان شہاب الدین الصنھاجی القرافی ہے آپ کو الصنھاجی اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپ کے آباء اجداد کا تعلق المغرب (مراکش) کی بربر نسل سے تھا۔البتہ آپ القرافی کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ قرافہ قاہرہ (مصر) میں ایک محلّہ ہے جو امام شافعی کے مقبرہ کے بالکل قریب ہے مشہور سیاح محمد ابن جبیر نے اپنے سفرنامہ میں قرافہ کے قبرستان کے بارہ میں عجیب و غریب واقعات درج کیئے ہیں وہ لکھتے ہیں "یہ قبرستان بھی دنیا کے عجائبات میں سے ہے اس لیے اسکے چاروں طرف انبیاء علیھم السلام 'اہل بیت کرام' صحابہ' علماء' زہاد اور اولیاء کے مقابر ہیں یہاں صالح علیہ السلام کے فرزند کا مقبرہ' روبیل بن یعقوب کی قبر ہے آسیہ فرعون کی بیوی اور اہل بیت میں سے چودہ مرد اور پانچ عورتوں کی قبریں ہیں سب سے عظیم الشان عمارت امام شافعی کی قبر ہے جس کے ساتھ بہت بڑا مدرسہ بنا ہوا ہے قرافہ کے سامنے ایک وسیع میدان میں ان شہداء کے مدفن ہیں۔ جو حضرت ساریہ کے ساتھ شہید ہوئے تھے"(۱)

☆ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ' اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کی نسبت البنھسی بھی لکھی ہے۔ آپ قاہرہ میں پیدا ہوئے۔وہیں پروان چڑھے اور فوت ہوئے۔آپ کی تاریخ پیدائش اکثر تذکرہ نگاروں کے ہاں نہیں ملتی۔ اندازۃ ۶۲۶ھ/۱۲۲۸ء ہے گویا آپ کا زمانہ ساتویں صدی ہجری/تیرھویں صدی عیسوی سے متعلق ہے

القرافی بیک وقت کئی علوم کے ماہر تھے مثلاً تفسیر'حدیث'فقہ'اصول فقہ۔ اسکے علاوہ دیگر کئی علوم میں بھی آپ کی تصانیف کے نام ملتے ہیں آپ کی اصل وجہ شہرت فن اصول فقہ تھی جس میں آپ نے دو سے زائد کتابیں لکھیں۔

۱۔ التنقیح فی اصول الفقہ

۲۔ انوار البروق فی انواع الفروع

فروع میں آپ امام مالک کے پیروکار تھے۔ چنانچہ آپ نے فقہ مالکی میں ایک یادگار تصنیف چھوڑی جس کا نام الذخیرہ ہے ۔ یہ کتاب چھ جلدوں میں ہے۔ القرافی نے عیسائیت کے حوالہ سے دو مستقل کتابیں لکھیں۔

۱۔ الاجوبتہ الفاخرۃ عن الاسئلہ الفاجرۃ

۲۔ الادلتہ الوحدانیتہ فی الردعلی النصرانیتہ

آپ جمادی الاخر کے آخری دنوں میں ۶۸۴ھ / ۱۲۸۵ء میں فوت ہوئے اور محلہ قرافہ میں دفن ہوئے۔ اس مقالہ میں قرافی کی صرف اس کتاب کا تعارف اور تنقیدی جائزہ پیش کرنا ہے جو آپ نے اس دور (ساتویں صدی ہجری) کے عیسائی عالم کے ایک مختصر رسالہ کے جواب میں تحریر کی تھی آپ اپنی کتاب الاجوبتہ الفاخرہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں ۔

"عیسائیوں کی جانب سے ایک رسالہ دین عیسائیت کی تبلیغ و پروپیگنڈا کے لیے ترتیب دیا گیا ہے جس میں اشارۃ یہ کھا گیا کہ اس کا لکھنے والا کوئی اور ہے حالانکہ کہنے والا ہی اس رسالہ کا مصنف ہے اس میں قرآنی آیات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گی کہ عیسائیت ایک سچا دین ہے"۔(۲)

قرافی اس رسالہ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"کہ اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کا مصنف قرآنی آیات کو صحیح طور پر سمجھ نہ سکا۔ اس کی عقل پر پردے پڑے نظر آتے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری کتاب (قرآن مجید) اور عیسائی لٹریچر(بائیبل وغیرہ) مذہب اسلام کی سچائی ثابت کرتے ہیں اور عیسائیت کا بطلان (۳)

قرافی اپنی کتاب میں اس رسالہ کا نام نہ لکھ سکے اور نہ ہی اس کے مصنف کا تعارف پیش کیا یہ رسالہ عیسائیوں کی عربی لٹریچر میں عرصہ ہوا شائع ہوا تھا۔ اب آسانی سے دستیاب نہیں ۔

رسالہ کا عنوان یہ ہے

رسالتہ بولس اسقف صیداء الراھب الانطاکی (۴)

یہ رسالہ درمیانہ سائز میں بارہ (۱۲) صفحات پر مشتمل ہے ۔ اسکے اولین مخاطب مسلمان تھے۔ اس رسالہ کے گہرے مطالعہ سے مترشح ہوتا ہے کہ اس کا مرتب قرآنی علوم ومعارف اور اسلامی اصطلاحات سے پوری طرح باخبر تھا مصنف مذکور نے عقلی دلائل کے ساتھ ساتھ عامتہ الناس کے سادہ اذہان کو متاثر کرنے کے لیے قرآنی آیات سے بھی استدلال کیا ہے

اس رسالہ کے جواب میں علماء اسلام کی طرف سے تین مشہور شخصیتوں نے مستقل کتابیں لکھیں

۱۔ علامہ احمد بن تیمیتہ الحرانی م نے اس رسالہ کا رد چار ضخیم جلدوں میں پیش کیا۔ جو الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح کے نام سے چار جلدوں میں عالم اسلام میں متداول اور بارہا شائع ہوچکی ہے

۲۔ ابوطالب المکی م ۱۳۲۷ء نے اسکے جواب میں ایک مختصر رسالہ لکھا جو اب دستیاب نہیں البتہ نقاد اسے غیر موثر گردانتے ہیں کیونکہ وہ قوت استدلال اور مواد کے لحاظ سے ابن تیمیہ اور القرافی سے زیادہ کمزور ہے

۳۔ اس عیسائی رسالہ کا سب سے موثر جواب شیخ احمد بن ادریس القرافی نے درمیانہ سائز کی ایک کتاب جو ۱۸۵ صفحات پر مشتمل ہے میں پیش کیا جو پہلے کسی کتاب کے حاشیہ پر چھپی ہوئی تھی اب علیحدہ صورت میں بیروت سے چھپ چکی ہے جس کا نام بھی معنی خیز ہے

"الاجوبتہ الفاخرۃ عن الاسئلتہ الفاجرۃ"

چنانچہ دور حاضر کے غیر مسلم عیسائی سکالرز نے بھی اسے سب سے زیادہ جاندار اور موثر قرار دیا ہے ۱۹۷۴ء میں Mr.Patrich D'Haire cate نے Hartford Seminary foundation (U.S.A) میں اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ بعنوان "Each other Scripture" میں اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے کہا

"Which is one of the best whork from the Muslim side of the polemic due to its systematic organization of the date of encouter Fritsch says his answers are the best apologatic accomplishment of Islam. (Fritsch. Islam PP.20-22) He faces the Biblical questions

of the authenticity of the old Testament contradictions within The New Tastament and unreasonable of Biblical teachings and Christian' practice and includes one hundred and twenty two questions about Christianity."(5)

اس سے قبل کہ ہم علامہ قرانی کے پیش کردہ دلائل و اعتراضات کا تجزیہ کریں ہم اس سلسلہ میں اس رسالہ کا خلاصہ پیش کررہے ہیں جو پال نامی شخص کی تصنیف ہے جس کے جواب میں قرانی نے یہ کتاب ترتیب دی۔

یہ پال لبنان کے شہر صیداء (Sidon) انطاکیہ کا باشندہ تھا اس نے یہ رسالہ (Sidon) میں موجود مسلمانوں کو عیسائیت کے عقائد متعارف کرانے کے لیے لکھا تھا۔

یہ رسالہ اب با آسانی دستیاب نہیں ۔ یہ بارہ صفحات پر مشتمل ہے اسکی زباں و تراکیب سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ شخصیت عرب نژاد تھی جو عربی اسلوب نگارش سے بھی بخوبی آشنا تھی ۔ رسالہ کے آغاز میں پادری مذکور نے یہ اعتراف کیا کہ وہ روم اور قسطنطنیہ (جو اس وقت عیسائیت کے مرکز تھے) کا دورہ کرچکا ہے چنانچہ جب وہ اسقف جیسے اعلی عیسائی عہدوں پر فائز ہوا۔وہاں اسے علماء اسلام سے ملنے کا اتفاق ہوا اور ان سے عیسائی عقائد کے بارہ میں گفتگو کرنے کا موقعہ ملا بعض مسلمان علماء نے اس سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اسکی ذاتی رائے دریافت کی ۔

ان امور کو مدنظر رکھ کر پال مذکور نے سب سے پہلے مسلمانوں کی جانب سے عائد کردہ شبہات پیش کئے اور بعد میں ان کے ترتیب وار جوابات درج کئے اس رسالہ میں کل آٹھ شبہات ہیں جن کا اس رسالہ میں تفصیلا جواب دینے کی کوشش کی گئی۔

جوابات کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ پال مذکور قرآن مجید کے مضامین اور اسکے استدلالات سے پوری طرح باخبر تھا چنانچہ وہ حسب موقع اپنی تائید میں قرآنی آیات پیش کرتا ہے اور بعض اوقات مسلمانوں پر یہ الزام عائد کرتا ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی بعض آیات و معانی میں تحریف کردی ہے مثلا سورۃ بقرہ کے آغاز کے بارہ میں لکھتا ہے کہ دراصل یہ المسیح ہے جس کی قسم کھائی گئی ہے مسلمانوں نے اس میں تین الفاظ س ح ی حذف کر دیے ہیں اب صرف الم باقی ہے۔

پال مذکور کے پیش کردہ آٹھ شبہات اور پھر ان کی جانب سے دیے گئے جوابات کا تفصیلی تجزیہ ایک مستقل مقالہ کا متقاضی ہے۔ ہم یہاں بطور نمونہ صرف دو پر اکتفا کررہے ہیں۔ ذات باری اور تثلیث کے سلسلہ میں اس کا استدلال ملاحظہ ہو پال کہتا ہے :

"کہ مسلمان ذات باری تعالے کے سلسلہ میں عیسائی اصطلاح باپ بیٹا روح القدس کا استعمال ناپسند کرتے ہیں۔ اگر مسلمان ہماری نیت سے باخبر ہوں تو انہیں یقیناً یہ اصطلاح اجنبی معلوم نہ ہوگی۔

پال اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ذات باری تعالی ایک ایسی شے ہے جو حی (زندہ) اور ناطق(بولنے والا ہے)

جب ہم اس کائنات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء عدم سے وجود میں آئی ہیں اسی لیے ہم ذات باری تعالے کو شے کہتے ہیں لیکن وہ کائنات کی دوسری مخلوق اشیاء کی طرح نہیں دوسرے الفاظ میں اسکی ذات کی نفی کرتے ہیں کہ وہ موجود ہے معدوم نہیں

پھر اشیاء کی دو قسمیں ہیں زندہ اور مردہ۔ لہٰذا ہم اسے زندہ کہتے ہیں کہ یہ تمام صفات میں بہتر ہے پھر زندہ کی قسمیں ہیں ناطق اور غیر ناطق۔ لہٰذا ان دو میں سے اعلی صفت کا انتخاب کیا گیا۔ خلاصہ یہ کہ عیسائی ذات باری تعالے کی صرف دو اعلی صفات کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ وہ ذات ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی اور وہ زندگی (حیاۃ) اور نطق جیسی اعلی صفات سے موصوف ہے ذات سے مراد اب' ابن سے مراد نطق اور حیاۃ سے مراد روح القدس ہے "(۷)

پال نے اپنے اس موقف کی تائید میں چند قرآنی آیات کے ساتھ ساتھ بائیبل کے عہد نامہ قدیم کی کچھ عبارات بھی نقل کی ہیں اس کے خیال میں قرآن مجید کی سب سے پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم میں انہی تین صفات کا ذکر کیا گیا ہے

پال روایتی انداز میں اینیت مسیح کے ثبوت کے لیے سورج کی مثال پیش کرتا ہے کہ جب سورج اپنی شعاعیں زمین پر (Reflect) کرتا ہے تو یہ شعاعیں سورج سے متعلق بھی ہیں اور اس سے جدا بھی یا جس طرح جب کسی انسان کی آواز دوسرے تک پہونچے تو وہ متکلم سے متعلق بھی ہے اور اس سے علیحدہ بھی۔ بالکل اسی طرح ذات باری تعالی نے روح القدس کے توسط سے ایک مکمل انسان مجسم بنا کر بھیجا اور اسکا تولد حضرت مریم کے ہاں ہوا حضرت مسیح علیہ السلام جب طبعیت بشریہ (Human nature) لے کر دنیا میں آئے اس وقت ان میں Dirvity یعنی الوہیت نہ تھی یہ پیدائش اتنی معجزانہ تھی کہ اس سے حضرت مریم کی Vergainity بھی متاثر نہ ہوئی پال اپنے اس موقف کی تائید حضرت موسی علیہ السلام کے واقعہ کوہ طور سے کرتا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے دور سے درخت جلتے دیکھا لیکن وہاں سوائے روشنی کے جلنے کے آثار نہ تھے لہٰذا اینیت سے بشری

ابنیت ہرگز مراد نہیں بالکل اسی طرح صلب مسیح کے وقت مسیح علیہ السلام کی Human nature تو متاثر ہوئی انکی Divine nature اسی طرح برقرار رہی جس طرح لوہار جب لوہا گرم کرکے اس پر ہتھوڑا چلاتا ہے تو لوہار کی ضرب لوہے کو متاثر کرتی ہے آگ اسکی ضرب سے محفوظ رہتی ہے (۸)

آخر میں پال عقیدہ تثلیث کے ثبوت کے لیے مسلمانوں کی طرف سے شبہ پیش کرکے عیسائی نکتہ نظر سے اس کی وضاحت کرتا ہے کہ عیسائی جب یہ کہتے ہیں کہ وہ ذات صرف ایک ہے تو پھر اسے تین اقانیم سے کیوں تعبیر کرتے ہیں یہ سنتے ہی مخاطب یہ سمجھتا ہے کہ عیسائی تین شخصیات (Persons) کے قائل ہیں یا تین اجزاء کے

پال اس شبہ کا جواب قرآنی متشابھات کے حوالہ سے یوں دیتا کہ تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ ذات باری تعالے جسم سے پاک ہے اسکے اعضاء وغیرہ نہیں وہ اپنے وجود کے لیے مکان کا محتاج نہیں ان تمام مسلمات کے باوجود قرآن مجید میں ذات باری تعالی کے اعضاء کا ذکر ملتا ہے بل یداہ مبسوطتان(۶۴،۵)۔ اس طرح قرآن مجید میں ساق کا ذکر کہتا ہے اور یہ کہ وہ ذات قیامت کے روز بادل کے پردوں میں جلوہ گر ہوگی۔

یہ آیات پڑھ کر ایسا شخص جو مسلمانوں کے عقائد سے پوری طرح باخبر نہ ہو یہ سمجھنے لگتا ہے کہ مسلمان نعوذباللہ تجسم باری کے قائل ہیں حقیقت یہی ہے کہ مسلمان نہ تو تجیم کے قائل ہیں اور نہ ہی تشبیہ کے۔ مسلمان ایسی آیت کو متشابھات گردانتے ہیں'

بعینہ یہی حال عیسائیوں کا ہے اگرچہ وہ تین اقانیم کا لفظ استعمال کرتے ہیں لیکن اس سے ان کی مراد نہ تو اشخاص ہیں اور نہ ابعاض

پال اپنے موقف کی تائید میں مزید لکھتا ہے کہ مسلمان ہماری اس ترکیب(Phrase) کہ "ذات باری تعالے جوہر ہے" کو بھی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں اسکے خیال میں یہ اعتراض ایسے علماء کررہے ہیں جو اپنے علم وفضل کے حوالہ سے اعلی مقام کے حامل ہیں کیونکہ فلسفہ و منطق کی زبان میں ایسا کہنا غلط نہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ کائنات کی ہر موجود چیز جوہر ہے یا عرض کیونکہ ہر چیز جو ہمیں نظر آتی ہے یاتو خود بخود قائم ہے یعنی اپنے وجود کے لیے کسی دوسرے کی محتاج نہیں۔ اس کو فلسفہ و منطق کی اصطلاح میں جوہر کہتے ہیں۔ یا وہ اپنے وجود کے لیے دوسرے کی محتاج ہوتی ہے جسے عرض کہتے ہیں تیسری صورت ناممکن ہے لھذا عیسائیوں نے پہلی قسم جو اعلی و افضل ہے کو اختیار کیا یہ جانتے ہوئے کہ ذات باری کائنات کے دوسرے جواہر کی طرح نہیں جس طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ذات شئی ہے لیکن کائنات کی دوسری اشیاء کی طرح نہیں (۹)

الاجوبتہ الفاخرۃ عن الا سئلتہ الفاجرۃ کا تنقیدی جائزہ

۱۸۳ صفحات کی اس کتاب کو مضامین کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے خود مصنف نے اس کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے

پہلے باب میں مصنف علام نے عیسائیوں کے ان ۱۵ شبہات کا ترتیب وار جواب دیا ہے جہاں وہ قرآنی آیات کے مفہوم کو سمجھنے سے قاصر رہے اس باب میں اکثریت ان شبہات کا ازالہ ہے جس کا ذکر پال نے اپنے رسالہ میں کیا ہے قرافی نے ان سوالات کا مدلالانہ جواب دینے کی کوشش کی ہے قرافی کے خیال میں خود مسیحیوں کے لٹریچر میں ۱۵ تضادات اتنے واضح ہیں جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی مذہبی کتابوں میں کس قدر تحریف ہوچکی ہے

دوسرے باب میں مصنف نے یہود ونصاری پر اپنی ذہانت کے بل بوتے پر ۱۰ شبہات وارد کیے اور اپنے خصم (مدمقابل) سے انکے جواب دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ قرافی کا یہ ریمارکس معنی خیز ہے

"اوردتھاعلی الفریقین تیعذر علیھم الجواب عنھا"

کہ دونوں فریق (یہود ونصاری) کے لیے ان اعتراضات کاجواب دینا مشکل بن جائے گا کتاب کے آخری باب میں مصنف نے بائیبل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد کے بارے میں بشارت (پیش گوئیاں) نقل کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ دین اسلام ایک سچا مذہب ہے ان کی تعداد ۵۱ ہے اس سلسلہ میں مصنف نے کتاب کے آخر میں لکھا ہے

"کہ طوالت کے خوف سے ہم ۵۱ پر اکتفاء کر رہے ہیں اگرچہ کسی منصف مزاج انسان کو سچائی جاننے کے لیے ایک دلیل ہی کافی ہوسکتی ہے جب کہ ہم نے اپنی اس کتاب میں اکاون دلائل جمع کردئے ہیں

اس موقعہ پر قرافی اپنے خصم کی جانب سے یہ سوال پیش کرکے اس شبہ کا ازالہ کردیا کہ جب مسلمان ان کتابوں کو محرف تسلیم کرتے ہیں تو وہ انہیں بطور دلیل کس طرح پیش کرسکتے ہیں۔

قرافی اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت ان کے واضح معجزات کے حوالہ سے مسلم ہے لہٰذا انہیں اپنی نبوت کے ثبوت کے لیے ان کتابوں کی ضرورت نہیں ۔ ہم نے از خود الزامی انداز میں ان کتابوں سے حوالہ جات پیش کئے ہیں کیونکہ یہود ونصاری کے نزدیک یہ سارا لٹریچر مستند ہے اور اگر ان کے نزدیک یہ مستند نہیں تو اس صورت میں ان کا سارا دین غلط قرار پائے گا(۱۲)

قرافی نے اپنی اس کتاب کے آغاز میں عیسائیوں پر تنقید کرتے ہوتے کہا کہ یہ جہلاء کی امت

ہے جو اپنے اکابرین کی سوچے سمجھے بغیر تقلید کرتے ہیں قرانی طنزیہ انداز میں کہتے ہیں کہ ان کی جہالت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ قوم تسلیم کرتی ہے کہ ان کا اللہ (عیسی علیہ السلام) اپنی ماں مریم کے ہاں تولد ہوا (۱۳)(God became babe)

قرانی تاریخ کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ ان کے اکابرین اپنے عقائد کی ترتیب و تدوین کے سلسلہ میں کم از کم دس دفعہ قسطنطنیہ اور اسکندریہ میں اکٹھے ہوتے اور تھوڑے عرصہ بعد انہی عقائد کا انکار کردیتے اور انکے ماننے والوں کو کافر کہتے اس سے قرانی نے نتیجہ اخذ کیا کہ یہ لوگ خالق کائنات کی نسبت اپنے پادریوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں (۱۴)

قرانی اپنے زمانہ کی پاپائیت اور اسکی کارستانیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں "کہ ان کے خیال میں اگر کوئی شخص پادری کی بات تسلیم نہ کرے تو رب تعالے اس سے ناراض ہوجاتے ہیں اور اسکے ساتھی بھی اسکا معاشرتی مقاطعہ کرلیتے اور اسے بتا دیا جاتا تھا کہ اگر وہ اسی حالت میں زندہ رہا تو اسکی زندگی کی برکت چھن جائے گی اس کا رزق بند ہوجائے گا اس کے مال مویشی ہلاک ہوجائیں گے اور اسکی موت اسی جہالت پر ہوگی "(۱۵)

اس کتاب کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرانی صرف عیسائیوں کے عقائد ہی سے واقف نہ تھے بلکہ انکی مذہبی رسومات اور اندرون خانہ چالاکیوں و عیاریوں سے بھی باخبر تھے قرانی لکھتے ہیں "جب عیساتی علماء نے یہ محسوس کیا کہ انکا مذہب کسی ٹھوس عقیدہ پر قائم نہیں تو انہوں نے اپنے عوام کو ایسے توہمات و تخیلات میں پھنسایا جو انسان کی نفسیاتی کمزوری ہے مثلا وہ مافوق الفطرت واقعات سے زیادہ متاثر ہوتا ہے "۔

قرانی کے زمانہ میں بھی شاید ایسا ہوتاتھا وہ اپنے دور کے گرجاگھروں کا نقشہ کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں ۔

"عیسائیوں نے اپنے گرجاؤں میں پتھر کی ایسی مورتیاں نصب کررکھی ہیں کہ جب ان کے سامنے انجیل پڑھی جائے تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں جاتے ہیں اس کا مشاہدہ عوام وخواص کرسکتے تھے جب کہ درحقیقت ان بتوں کا پانی کی نالیوں سے براہ راست تعلق تھا"(۱۶)

دوسرے لفظوں میں یہ شعبدہ بازی تھی اسی طرح ان کے کچھ بت (Stutue)قندیلیں صلیبیں فضاء میں معلق رہتی تھی بظاہر ان کا کوئی سہارا نہ تھا انہوں نے لوگوں میں یہ مشہور کررکھا تھا کہ یہ سب کچھ اس خاص جگہ کی برکت کا نتیجہ ہے اور یہی ان کے مذہب کی عظمت کی دلیل ہے جب کہ دوسرے مذاہب میں ایسا نہیں ہوتا ۔

درحقیقت یہ مقناطیس کے کرشمے تھے کہ ہر بت کے چھ سمتوں میں مقناطیس موجود تھا۔ ہر مقناطیس اسے اپنی طرف کھینچتا تھا جس کی وجہ سے وہ بت ،صلیب اور قندیل فضا میں معلق رہتی تھی جب مسلمانوں نے ان علاقوں کو فتح کیا تو اس گرجا کی ایک دیوار گرائی گئی جس سے بت دوسری جانب دھڑام سے گر گیا (۱۷)۔ اس طرح قرافی نے انکی ایک اور شعبدہ بازی کا راز افشاء کیا

"کہ ان کے ہاں ایک ایسا گرجا گھر ہے جس کے بارہ میں انکا خیال ہے کہ سال کے ایک مخصوص دن میں خدا کا ہاتھ ظاہر ہوکر لوگوں سے مصافحہ کرتا ہے چنانچہ یہ سن کر انکا ایک بادشاہ اسے دیکھنے آیا اس نے مصافحہ کرتے ہی اسے پکڑ لیا اور کہا جب تک اس کا چہرہ نہ دیکھ لوں اسے نہ چھوڑوں گا۔

وہاں پر موجود پادریوں نے کہا ارے خدا سے نہیں ڈرتے؟ کیا دین عیسائیت چھوڑ چکے ہو تب بھی بادشاہ نے ہاتھ چھوڑنے سے انکار کردیا جب معاملہ اپنی انتہاء کو پہنچا تو خود پادریوں نے اسے بتایا کہ یہ ان میں سے کسی راہب کا ہاتھ تھا بادشاہ نے سنتے ہی اس کے قتل کا حکم دے دیا اور آئندہ ایسا کرنے سے روک دیا"۔ (۱۸)

قرافی کتاب کے پہلے باب میں پال کے عائد کردہ شبہات کے جواب اس طرح پیش کرتا ہے "عیسائی یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم عیسائیوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے لہٰذا ان کی اتباع کرنا ان کے لیے ضروری نہیں کیونکہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات یہ واضح کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت صرف عربوں کے لیے تھی مثلا ارشاد ربانی ہے انا انزلناہ قرآنا عربیا(۱۲-۲) دوسری آیت میں یوں ارشاد ہے "وماارسلنا من رسول الا بلسان قومہ(۱۴-۴) اور انذر عشیرتک الاقربین(۲۶-۲۱۴)

بقول انکے جو نبی ان کی زبان نہیں بولتا اور جانتا یا جو ان کی زبان میں اپنی کتاب پیش نہ کرسکا وہ ایسے نبی کی اتباع کیونکر کرسکتے ہیں ؟

قرافی نے اس شبہ کا ازالہ تین طرح سے پیش کیاہے

(۱) اللہ تعالی کی یہ حکمت ہے کہ وہ ہمیشہ سے اپنے رسولوں کو انکی قوم کی بولی کے حوالہ سے مبعوث کرتے ہیں تاکہ وہ قوم ان سے زیادہ مانوس ہو اس طرح قوم کے افراد کو اس رسول کے آنے کے مقاصد سمجھنے میں آسانی رہتی ہے اس طرح وہ کھل کر اس کی موافقت ومخالفت بھی کرسکتے ہیں اور اپنے ذہنی شبہات کا ازالہ کیا جاسکتا ہے قرافی کے خیال میں رسالت کا اولین مقصد کتاب الہی کی وضاحت اور اسکی عملی تشریح ہوتی ہے اگر یہ انکی اپنی زبان میں ہوتو یہ زیادہ موثر ہوا کرتی ہے اس

استدلال سے قرافی نے ایک اور خوبصورت نکتہ واضح کیا کہ جب اس نبی کی نبوت اپنی قوم کے لیے ثابت ہوچکی تو وہ دوسری اقوام کے لیے بدرجہ اولی حجت ہوگی کیونکہ کسی انسان کے قریبی ساتھی اس کے احوال و آثار کو زیادہ جاننے والے اور دوسروں کی نسبت اس کے زیادہ نقاد ہوتے ہیں اگر انہوں نے اسکی نبوت تسلیم کر لی تو اغیار واجانب اسے جلد تسلیم کرلیں گے قرافی کے خیال میں بلسان قومہ یعنی اس قوم کی زبان میں رسولوں کے بھیجنے کی یہی حکمت ہے

قرافی نے عربی زبان کی اسلوب سے ایک اور لطیف نکتہ پیش کیا کہ آیت میں الا بلسان قومہ کہا گیااگر اسے اسی طرح کہا جاتاوماارسلنا من رسول الا لقومہ تو پھران لوگوں کا اعتراض شاید درست ہوتا کیونکہ موخرالذکر سے قوم سے اختصاص ثابت ہورہاہے نہ کہ اول الذکر سے۔

(۲) رہا ان کا یہ کہنا کہ تورات عبرانی زبان میں نازل ہوئی اور انجیل رومی(آرامی) میں اگر ان کا یہ کہنا درست ہے تو اس طرح پوری دنیا کے عیسائی تورات وانجیل کے احکام تسلیم کرنے میں گنہگار متصور ہوں گے کیونکہ ان کے سارے فرقے یہ زبانیں نہیں جانتے صرف ایک صورت ہے کہ وہ یہ زبانیں سیکھ لیں اس طرح قبطی اور حبشی بھی یہ زبانیں نہ جاننے کی وجہ سے گنہگار ٹھہریں گے کیونکہ جب تک ان کتابوں کے قبطی وحبشی زبان میں تراجم نہ ہوں گے تو انہیں کوئی قبطی اور حبشی نہ سمجھ پائے گا اگر یہ عیسائی اپنی کتابیں تراجم کی مدد سے سیکھ کر عیسائی ہو سکتے ہیں توعربی زبان بدرجہ اولی سیکھی اور سمجھی جاسکتی ہے۔

(۳)قرافی کا تیسرا نکتہ ذرا طویل ہے۔ کہ جب یہ ثابت ہوچکا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی قوم کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق ہر نبی معصوم ہوتا ہے اس سے گناہ سرزد نہیں ہوتے۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے قوم یہود سے جنگیں لڑیں اور اس دور کی Roman Empire میں اپنا پیغام بذریعہ تحریر پہونچایا جو آج بھی ان کے بادشاہوں کے پاس بصورت تحریر محفوظ ہے۔ اسی طرح آپ نے شاہ مقوقس کے پاس مصر میں اور ایران میں کسری کے پاس خطوط بھیجے۔

اگر عیسائی اس دعوی میں سچے ہیں کہ وہ صرف اپنی قوم کے رسول تھے تو مذکورہ واقعات کی روشنی میں پوری کائنات کے رسول بن گئے کیونکہ اس کی وضاحت قرآن مجید کی ایک اور آیت کررہی ہے جو تخصیص کو عموم میں بدل رہی ہے وماارسلناک الا کافۃ للناس(۳۴-۲۸)

اگر وہ انکی مخصوص رسالت کے قائل ہیں تو مذکورہ آیت کی روشنی میں انہیں خصوصیت سے عمومیت کی طرف آنا ہوگا۔

اب رہی آیت بعث فی الامیین رسولا منھم(۶۲-۲) اسکا مطلب یہ نہیں کہ آپ کی بعثت صرف امیوں کے لیے تھی اس آیت کی وضاحت کے سلسلہ میں قرافی نے کلام عرب سے یوں استدلال کیا کہ اگر کوئی بڑا بادشاہ یہ کہے کہ میں نے مصریوں کے ہاں انہی کا ایک بھائی قاصد بنا کر بھیجا ہے اس فقرہ کا یہ مطلب نہیں کہ اس مصری کی پاس کسی اور بادشاہ کا خط یا پیغام نہیں آیا ہوگا اسی طرح اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ بادشاہ کسی اور قوم کو (اس پیغام کے علاوہ) کوئی اور پیغام نہیں دے سکتا۔

اسی طرح یہ آیت لتنذر قوماماانذر آباؤھم (۳۶-۶) کا مطلب یہ نہیں کہ وہ نبی غیر قوموں کو انذار نہیں کرسکتا عرب چونکہ اولین مخاطب تھے انکے پاس وحی الٰہی سب سے پہلے پہنچی اس لیے وہ ہدایت کے اولین مکلف تھے اور انہیں یہ بعثت بطور احسان جتلائی گئی (۱۹)

قرآنی اس آیت کی وضاحت عربی زبان دانی کے حوالہ سے اس طرح کرتے ہیں کہ اگر کوئی آقا اپنے ملازم سے یہ کہے "کہ میں تجھے کپڑے خریدنے کے لیے بھیج رہا ہوں" اس فقرہ کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اب کھانا نہیں خرید سکتا البتہ کپڑے کی خریداری کی مخصوص وجہ ہوسکتی ہے

بالکل اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت اگرچہ عمومی تھی اس کا مقصد عربوں کو یہ احساس دلانا تھا کہ نبی علیہ السلام چونکہ ان کی طرف پہلے آئے لہٰذا وہ اسے سب سے پہلے نبی مانیں مثلاً بعض قرآنی آیات میں بنی اسرائیل کو ان کے غلط کاریوں پر تنبیہہ کی گئی وہاں دوسری قوموں کا ذکر نہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسے گناہ دوسری قوموں کے لیے درست ہیں

آیت وانذر عشیرتک الاقربین کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ رشتہ داروں کے علاوہ انذار کا فریضہ کہیں اور سرانجام نہیں دے سکتے مقصد صرف یہ تھا کہ وہ اس کا آغاز اپنے گھر سے کریں قرافی یہاں بھی کلام عرب سے استدلال کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ اپنے لڑکے کو ادب سکھاؤ' اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ اپنے ملازم کو ادب نہ سکھائے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی مذکورہ تراکیب ایسی ہیں جنھیں صرف عرب ہی سمجھ سکتے ہیں خود پیغمبر علیہ السلام نے بھی اس کا یہی مطلب لیا تھا جس کی وجہ سے آپ نے روم و فارس کی اقوام میں اپنے قاصد روانہ کئے آپ کے دشمن بھی اسکا یہی مطلب سمجھے اگر اس کا مفہوم وہی ہوتا جو آج یہ عیسائی بیان کررہے ہیں تو آپ کے دشمن آپ کی پیش کردہ آیات آپ کے خلاف بطور حجتہ استعمال کرتے (۲۰)

قرافی نے اناجیل کے سلسلہ میں جو معلومات پیش کی ہیں وہ بہت حد تک (Original) ہیں۔ Biblical criticism کے حوالہ سے آپ نے ساتویں صدی ہجری میں ایسے نکات پیش کئے جن کا

اس وقت تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

قرافی عیسائی نکتہ نظر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عیسائیوں کے خیال میں انجیل غیر محرف ہے کیونکہ قرآن مجید میں آتا ہے وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب (۵۔۴۸) کیونکہ جو کتاب قرآن مجید کی تصدیق کررہی ہو وہ محرف نہیں ہوسکتی پھر وہ دنیا کے دور دراز علاقوں میں پہنچ چکی جس کی وجہ سے اس میں تغیر و تبدل انتہائی مشکل ہے اس طرح اس آیت سے اسکی مزید وضاحت ہوتی ہے وان یکذبوک فقد کذبت رسل من قبلک جاء وا بالبینات والزبر والکتاب المنیر (۳:۳۵) عیسائیوں کے خیال میں اس آیت میں الکتاب المنیر سے مراد انجیل ہے جسے تعریف کے انداز میں پیش کیا جارہا ہے

قرافی نے اس موقعہ پر اناجیل کے اندرونی اختلافات پیش کرکے یہ ثابت کیا کہ اگر یہ کتابیں اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ ہوتیں تو ان میں اس قدر اختلافات نہ ہوتے قرآن مجید نے اسی کلیہ کو بنیاد بناکر اپنی صداقت کی دلیل ٹہرایا ہے (۲۱)۔ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوفیہ اختلافا کثیرا (۸۲:۴) قرافی نے یہاں پندرہ تضادات کی نشاندہی کی ان میں سے چند اہم نکات قارئین کی ضیافت طبع کے لیے پیش ہیں

قرافی نے مذکورہ آیت کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ آیت بالبینات والزبر والکتاب میں الف لام جنسی ہے اس سے مراد صرف انجیل نہیں بلکہ قرآن مجید کی آمد سے قبل تمام کتابیں مراد ہیں اناجیل کی تنقید کے سلسلہ میں قرافی کی معلومات بالکل (up-to-date) ہیں۔ لیکن وہ اس سلسلہ میں اپنا ماخذ نہیں بتاتا۔

قرافی کے خیال میں اناجیل کی تعداد پانچ ہے جب کہ دور حاضر میں عیسائیوں کے ہاں ان کی تعداد چار ہے۔ پانچویں کے بارہ میں کم لوگ جانتے ہیں۔ بقول اس کے متی ان بارہ حواریوں میں سے ایک حواری تھا۔ لیکن اس نے اپنی انجیل سریانی زبان میں مسیح علیہ السلام کے رفع آسمانی کے کئی سال بعد پیش کی۔ اس انجیل میں ۶۸ ایسے واقعات ہیں جو دوسری اناجیل کے ہاں نہیں ملتے۔ انجیل مرقس کے لکھنے والے کا تعلق مسیح علیہ السلام کے شاگردوں میں سے تھا۔ اس نے اپنی انجیل رومی زبان میں مسیح علیہ السلام کے رفع آسمانی کے ۱۸ سال بعد پیش کی۔ اس انجیل میں ۴۸ نئی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ لوقا کا تعلق مسیح السلام کے ستر شاگردوں میں سے تھا۔ اس نے اپنی انجیل اسکندریہ میں یونانی زبان میں پیش کی اس میں ۸۳ نئی چیزیں ہیں۔ یوحنا کا تعلق مسیح علیہ السلام کے بارہ شاگردوں میں سے ہے۔ اس نے اپنی انجیل روم کے شہر افسس میں مسیح علیہ السلام کے رفع آسمانی کے ۳۰ سال بعد پیش

کی۔(۲۲)

البتہ یوحنا کے حوالہ سے قرانی کی معلومات ناقص ہیں کیونکہ انجیل یوحنا کی بعض اندرونی شہادتیں ایسی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ انجیل یوحنا حواری کی لکھی ہوئی نہیں مثلاً یہ کہ اس کتاب کا لکھنے والا یقیناً کوئی یہودی عالم ہے اور یہودی خیالات وتصورات سے واقف ہے لیکن یوحنا بن زبدی حواری ان پڑھ اور ناواقف تھے۔ (جیسا کہ اعمال ۴:۱۳) سے معلوم ہوتا ہے نیز انجیل یوحنا سے معلوم ہوتاہے کہ اس کا مصنف کسی بڑے صاحب رسوخ و اقتدار خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔حالانکہ یوحنا بن زبدی حواری ماھی گیر اور دنیوی اعتبار سے کم حیثیت تھے۔(۲۳)

قرانی کے خیال میں پانچویں انجیل کا نام صبوۃ تھا جس میں حضرت عیسی علیہ السلام کے بچپن کے واقعات درج ہیں جو پطرس کی زبانی حضرت مریم سے منقول ہیں البتہ اس انجیل میں حضرت عیسی علیہ السلام کے ذکر کردہ بہت سے مشاہیر اور معجزات کو ترک کر دیا گیا۔(۲۴)

صبوۃ کے سلسلہ میں قرانی کی معلومات بالکل اچھوتی ہیں۔ بائبل کے قدیم وجدید نقادوں کے ہاں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ قرانی دور حاضر کی نئی دریافت شدہ انجیل برنباس کا ذکر نہیں کرتا کیونکہ یہ آج سے تین سو سال سال پہلے کی دریافت ہے۔

قرانی اناجیل اربعہ پر کڑی تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے

"چونکہ چاروں متداول انجیل ایک شخص کی لکھی ہوئی نہیں اس لئے اُن میں تضادات و اختلافات ملتے ہیں جو شخص ان کا گہری نظر سے مطالعہ کرتا ہے اسے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ اناجیل منزل من اللہ نہیں۔ اس کے اکثر قصے افسانہ اور جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ مثلاً انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے صلیب دئے جانے کے وقت سورج کی روشنی مدھم پڑ گئی چاند گہنا گیا عبادت گاہیں پھٹ گئیں ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ مسیح علیہ السلام کے صلیب دئے جانے کے بعد ہوا مسیح انہیں اپنی زندگی میں کس طرح تحریر کروا سکتے تھے پھر اللہ تعالی کی طرف سے منزل انجیل صرف ایک تھی اب چار ہیں جو مختلف علاقوں اور زبانوں میں لکھی گئیں" (۲۵)

اس موقعہ پر قرانی نے اناجیل کے ۱۵ واضح تضادات کی نشاندھی کی ہم ان میں سے مشتے نمونہ از خروار چند پر اکتفا کر رہے ہیں۔

۱۔ انجیل یوحنا میں یوسف جو حضرت مریم کا منگیتر سمجھا جاتا ہے سلسلہ نسب کے حوالہ سے حضرت ابراھیم علیہ السلام تک ۴۲ واسطے درج ہیں جبکہ دوسری انجیل لوقا میں ان کی تعداد ۵۴ بتلائی گئی اور یہ کھلا تضاد ہے۔

۲۔ انجیل لوقا کے مطابق جب حضرت مسیح علیہ السلام کو یہودیوں نے تنگ کیا تو آسمان سے ان کی تسلی کے لئے ایک فرشتہ نازل ہوا تھا۔ آپ مسلسل اپنی نماز میں مصروف تھے۔ آپ کا پسینہ خون بن کر بہتا رہا۔ اس واقعہ کا ذکر باقی تینوں اناجیل میں نہیں ملتا۔ اگر تینوں شاگرد اس اہم واقعہ کا ذکر چھوڑ سکتے ہیں تو وہ اس سے اہم فرائض واحکام کو بھی ترک کر سکتے ہیں بقول قرانی اگر یہ ترک درست تھا تو زیادتی جھوٹ شمار ہو گی۔ اسی کو اصطلاح میں تحریف کہتے ہیں۔

یہاں ایک اور نکتہ بھی قابل غور ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک مسیح علیہ السلام کی دو حیثیتیں ہیں۔ لاہوتی' ناسوتی۔ کیا فرشتہ نے تسلی ان کے لاہوتی عنصر (Divine nature) کو دی تھی جو ان کی بشری کیفیت سے جڑ چکا ہے ایسا کہنا محال و ناممکن ہے کیونکہ ذات باری تعالی کو کسی غیر کی تقویت کی ضرورت نہیں۔ اور اگر یہ تقویت صرف بشری طبیعت (Human nature) کے لئے تھی جو لاہوتی عنصر سے بالکل مختلف ہے اس طرح ان کے اپنے عقیدہ کے مطابق اتحاد (Union) نہ ہو سکا۔

۳۔ یوحنا حواری (جو تمام حواریوں میں سے سب چھوٹا تھا) اپنی انجیل میں لکھتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کائنات میں پہلا معجزہ یہ پیش کیا کہ پانی کو شراب میں بدل دیا۔ اس واقعہ کو باقی تینوں اناجیل نقل نہیں کرتیں۔ اگر وہ اس اہم واقعہ سے چشم پوشی کرتے ہیں تو وہ دین کے باقی حصوں کے بارہ میں کتنے محتاط ہوں گے اور اگر یہ واقعہ درست نہیں تو ایک شخص دین کا راوی کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ امور دینیہ میں تواتر کا ہونا ضروری ہے۔

۴۔ ایک اور تضاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرانی کہتے ہیں کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام کو John the Baptist نے دیکھا تو اسے دیکھتے ہی کہا۔

"دیکھو یہ خدا کا برہ ہے جو دنیا کا گناہ اٹھا لے جاتا ہے یہ وہی ہے جس کی بابت میں نے کہا تھا ایک شخص میرے بعد آتا ہے جو مجھ سے مقدم ٹھہرا ہے کیونکہ وہ مجھ سے پہلے تھا۔

(یوحنا ۱:۳۱-۲۹)

اس سلسلہ میں متی کی روایت یہ ہے کہ یسوع گلیلی سے یوحنا کے پاس بپتسمہ لینے آیا مگر یوحنا یہ کہہ کر اسے منع کرنے لگا میں آپ تجھ سے بپتسمہ لینے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے۔

(متی ۳:۱۴-۱۳)

انجیل مرقس میں یہ واقعہ سرے سے موجود نہیں اب ایک ہی واقعہ تینوں اناجیل میں مختلف ہے پہلی انجیل میں یوحنا پر اعتماد نظر آتے ہیں۔ دوسری انجیل میں یوحنا شک سے دوچار ہے تیسری انجیل اس واقعہ کے سلسلہ میں خاموش ہے۔

۵۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان پر جانا ایک ایسا اہم واقعہ ہے کہ متی ویوحنا بارہ حواریوں میں سے ہونے کے باوجود اس واقعہ کا ذکر اپنی اناجیل میں نہیں کرتے لوقا اور مرقس جو حواری نہ تھے وہ اس کا ذکر اپنی اناجیل میں کرتے ہیں لیکن دونوں کی رپوٹ میں اختلاف ہے مرقس یہ کہتا ہے کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام اپنی قبر سے اٹھے تو انھوں نے اپنے شاگردوں سے گفتگو کی پھر اسی روز آسمان پر چلے گئے۔ لوقا اس کے برعکس یہ کہتا ہے کہ دنیا میں چار روز قیام کے بعد اوپر تشریف لے گئے اتنا عظیم واقعہ شاگردوں سے مخفی نہیں رہ سکتا۔

۶۔ انجیل متی میں ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے بارہ شاگردوں سے کہا کہ آنے والے دور میں وہ نبی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کی کرسی پر براجمان ہوں گے آپ نے ان سب کی کامیابی وعظمت کی پیشن گوئی کی پھر یہی متی یہ کہہ کر اپنی سابقہ بات کی تکذیب کرتا ہے کہ اپنی بارہ شاگردوں میں سے یہودا اسکریوطی نے آپ کو ۳۰ ٹکے بطور رشوت لے کر یہودیوں کے حوالہ کردیا اس پر حضرت یسوع مسیح نے اسے کہا تیرے لئے یہی بہتر تھا کہ تو پیدا ہی نہ ہوتا یہ کھلا تضاد ہے۔ (۲۶)

اناجیل کے سلسلہ کے پندرہ تضادات پیش کرنے کے بعد قرائی اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

"میں رب عظیم کی قسم کھا کر لیتا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاں تاریخ طبری ان اناجیل کی نسبت صحت کے معیار پر زیادہ پوری اترتی ہے اس پر ایک باشعور انسان زیادہ اعتماد کر سکتا ہے بکہ ہم جانتے ہیں کہ اس کتاب (بائبل) کی صحت پر دین کے معاملات موقوف ہیں۔ (۲۷)

اس کتاب کے دوسرے باب میں قرائی نے یہود ونصاری کی جانب سے اسلام پر عائد کردہ شبہات پیش کرکے ان کے کافی وشافی جوابات پیش کئے ہیں۔ چند شبہات بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔

۱) یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر علماء یہود ونصاری مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں وہ یہ کہ مسلمان یہ دعوی کرتے ہیں کہ شریعت محمدیہ نے تورات کے بہت سے احکام منسوخ کردئے ہیں مثلا شریعت موسی میں چربی کا حرام ہونا' اونٹ کا گوشت' سبت کے روز شکار کرنا اور حائضہ عورت سے میل جول وغیرہ ممنوع ہیں۔

علماء یہود ونصاری کے خیال میں نسخ ماننا ناممکن ہے کیونکہ اگر شریعت الیہ میں نسخ تسلیم کی جائے تو ذات باری تعالی کے بارہ میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ ذات نئی شریعت کا آغاز کررہی ہے اور پہلے کیے پر پچھتا رہی ہے جب کہ ان امور کی نسبت ذات باری تعالی کی طرف نہیں کی جاسکتی۔ جب کہ تورات کے احکام قیامت تک جاری وساری رہیں گے جو نظریہ شریعت کے نسخ کو تسلیم کرے وہ خود باطل ہے ان کے خیال میں اگر وہ فعل اپنی ذات کے حوالہ سے اچھا تھا لھذا اسے حرام نہ ہونا چاہیے

اور اگر وہ فی نفسہ برا تھا تو پہلے اس کا حکم کیوں دیا گیا کیونکہ نسخ تسلیم کرنے سے حقائق میں تبدیلی آسکتی ہے اس طرح اچھا برا بن جاتا ہے اور برا اچھا۔ لھذا شریعت الھیہ میں نسخ نا ممکن ہے (۲۸)

قرافی نے اس شبہ کے جواب میں دس نکات پیش کیے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ قرافی کے خیال میں نسخ نہ تو ابتدائی شریعت ہے اور نہ پشیمانی کا دوسرا نام ہے یہ باتیں اسی وقت وقوع پذیر ہوتی ہیں جب وہ پہلے علم میں نہ ہو جس طرح انسان کو سفر میں جا کر یہ احساس ہوتا ہے کہ اقامت میں ہی بھلائی تھی اس تجربہ سے گزرنے سے پہلے اسے اس کا احساس نہ تھا کہ گھر میں رہنے کے کیا فوائد ہیں جب کہ ذات باری تعالی ہر چیز سے پوری طرح باخبر ہے لھذا اس کے حوالہ سے ابتدا وپشیمانی دونوں محال ہیں۔

جب کہ نسخ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی کے علم ازلی کو یہ پتہ ہے کہ فلاں دور میں چربی کی حرمت انسانوں کے لئے سود مند تھی لیکن فلاں وقت میں وہ ان کے لئے نقصان دہ ہے لھذا ذات باری تعالی انسانوں کی مصلحت کے مطابق اسے جائز قرار دیتے ہیں اور نقصان کے وقت اسے حرام قرار دیتے ہیں۔

لھذا حکم الٰہی چاہیے ناسخ ہو یا منسوخ دونوں صورتوں میں اللہ تعالی اس سے باخبر ہیں۔ دوسرے الفاظ میں احکام کا تعلق وقتی تقاضوں کے حوالہ سے ہے۔

اس کی مزید وضاحت کے لئے قرافی نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی میں یہ جائز تھا کوئی انسان اپنی جڑواں بہن کےعلاوہ دوسری سے نکاح کر سکتا تھا لیکن بعد کے ادوار میں ایسا کرنا اتفاقا حرام ہوا اس کو نسخ کہتے ہیں اسی طرح توریت کی روایت کے مطابق. آزاد عورت اور لونڈی شریعت ابراھیمی میں ایک نکاح میں یکجا ہو سکتی تھیں جس طرح خود حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کیا لیکن اس عمل کو خود توریت نے بعد میں حرام قرار دیا۔

سبت کی حرمت موسی علیہ السلام کے زمانہ تک نہ تھی اسکی حرمت بعد میں نازل ہوئی اسی کو اصطلاح میں نسخ کہتے ہیں (۲۹)

۲۔ یہود و نصاری قرآن مجید پر یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اس میں ایسے حقائق بیان کئے گئے جنھیں با آسانی تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے قرآن مجید ذات باری کی جانب سے نہیں ۔ مثلا قرآن مجید میں ہے:۔ ومریم بنت عمران التی احصنت فرجھا

(۱۲:۶۶) جب کہ حضرت مریم عمران کی بیٹی نہ تھی۔ عمران تو حضرت موسی علیہ السلام کے والد کا نام ہے جو ان سے چھ سو(۶۰۰) برس پہلے ہو گزرے ہیں۔

قرافی نے اس مغالطہ کا جواب دو طرح سے دیا ہے

۱۔ بعض کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ حضرت مریم کے والد کا نام بھی عمران تھا۔ اگر عمران حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام تھا تو کسی اور کے والد کا نام کیوں نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اگر انکا یہ دعوی تسلیم کرلیا جائے کہ مریم کے والد کا نام عمران نہ تھا۔ اتنی بات یقینی ہے کہ عمران بنی اسرائیل کے سلسلہ نسب میں ان کے دور کے جد امجد ہوں گے۔بعض اوقات کسی انسان کو اس کے دور کے دادا کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے جس طرح کہ قریبی دادا سے بھی نسبت استوار کی جاسکتی ہے۔

اگر اس طریق کار کو تسلیم نہ کیا جائے توتورات وانجیل میں ذکر کردہ تمام نسب نامے غلط ہوجائیں گے کیونکہ یہودو نصاریٰ سب کو بنی اسرائیل کہتے ہیں جب کہ حضرت یعقوب ان کے اصلی دادا نہیں انکے اور حضرت یعقوب کے درمیان سینکڑوں انسانوں کے نام آتے ہیں جس طرح ہم آج بھی ہر انسان کو ابن آدم کہتے ہیں۔ محض شہرت کی بنا پر انسان اپنے دادا یا اس کے اوپر کی پشت کی طرف منسوب ہوجاتا ہے۔عمران چونکہ اس سلسلہ نسب میں زیادہ مشہور تھے اس لیے قرآن مجید نے مریم بنت عمران کہ دیا(۳۰)

۳۔ عیسائی کہتے ہیں کہ مسلمان ہمارایہ موقف تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مردے جلا دیا کرتے تھے احیاء موتی تو ذات باری کا فعل ہے۔ اس طرح ہمارایہ عقیدہ درست قرار پائے گا کہ مسیح خدا تھے اور مسلمانوں کا یہ کہنا کہ وہ اللہ تعالی کے بندے تھے غلط تصور ہوگا۔اگرچہ تاریخ میں نبیوں کا ایک طویل سلسلہ موجود ہے لیکن احیاء موتی تو صرف حضرت عیسی علیہ السلام کے حوالہ سے نظر آتا ہے چنانچہ نمرود جب بندگی کی سرحدیں پار کرنے لگاتو اس نے بھی یہی دعوی کیا تھا کہ وہ بھی زندہ اور مار سکتا ہے وہ یہ سمجھتا تھا کہ یہ دونوں فعل خدا تعالے کے شایاں شان ہیں۔

اگر یہ سب کچھ صحیح ہے اس طرح مسلمان مشرک کہلائیں گے کہ وہ ایک ایسے انسان کو خدا کے ساتھ ملارہے ہیں جو خدا کی طرح احیاء موتی کرسکتا ہے البتہ عیسائی مشرک نہ ہوں گے کہ وہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھرا رہے بلکہ اسے خود خدا سمجھتے ہیں

قرافی نے اس شبہ کے ازالہ میں کئی نکات پیش کیے ہیں۔

۱۔ عیسائی نہ تو قرآنی آیات کے مفہوم کو سمجھ سکے اور نہ وہ مسلمانوں کے اس عقیدہ کو سمجھ سکے کہ حضرت عیسی علیہ السلام مردے زندہ کیا کرتے تھے کیونکہ مسلمان روز اول سے آج تک اس پر متفق ہیں کہ زندگی دنیا اور مارنا صرف اللہ کی خاص صفت ہے جب حضرت عیسی السلام معجزہ کے اظہار کے

لیے اس کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالے ان کے ہاتھ پر اس کا اظہار کردیتے تھے۔

اگر آج عیسائی یہ کہیں کہ یہ سب کچھ حضرت عیسی علیہ السلام کرتے تھے تو یہ ان کی جہالت و حماقت کی دلیل ہے۔

۲۔ قرانی کے خیال میں اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ کام صرف حضرت عیسی کرتے تھے۔ تو انکی اناجیل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے حواری بھی یہ کام کرلیتے تھے بلکہ انجیل میں تو یہاں تک لکھا ہے۔

"کہ جو شخص شریعت عیسوی پر استقامت اختیار کرے وہ سو (۱۰۰) سال کے مردہ کو بھی زندہ کرسکتا ہے" بائیبل کے بیان کے مطابق الیاس، یسع اور حزقیال بھی مردے زندہ کرلیا کرتے تھے۔

اگر احیاء موتی الوہیت کی دلیل ہے تو یہ سارے انبیاء و حواری حضرت عیسی السلام کی طرح الہ بن جائیں گے۔جب کہ کوئی فرقہ یا جماعت ان کی الوہیت کی قائل نہیں۔

۴۔ یہودونصاری مسلمانوں کے دین کے سلسلہ میں یہ پروپیگنڈا کررہے ہیں کہ مسلمانوں کے دین کا آغاز انتہائی کسمپرسی کے عالم میں ہوا اسے اس کائنات میں غلبہ و تسلط محض جنگ وجدال اور لوٹ مار کی وجہ سے ہوا ہے اگر مسلمان حق وانصاف سے کام لیتے تو انہیں اتنی ترقی وبرتری حاصل نہ ہوتی۔

قرانی نے اس اتہام کا جواب دو طرح سے دیا ہے۔

ا۔ کہ یہ الزام اصلا عیسائیوں پروارد ہوتا ہے کیونکہ ان کی انجیل آج بھی یہ اعلان کررہی ہے کہ انسان ہر حال میں ذلت وعاجزی پر کار بند رہے۔ مثلا جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے۔ اگر کوئی ذلیل کرنا چاہے تو اس سے مت جھگڑ۔ ان تعلیمات کی روشنی میں عیسائیوں کو یہ چاہیے کہ وہ قیامت تک لڑائی جھگڑوں سے دور رہیں یہ ساری تعلیمات انجیل میں آج بھی موجود ہیں۔ حضرت عیسی علیہ السلام پہاڑی کے وعظ سے کہتے ہیں۔

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا کہ آنکھ کے بدلہ آنکھ اور دانت کے بدلہ دانت لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا اگر کوئی تجھ پر نالش کرکے تیرا کرتہ لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔

تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا کرو تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھرو۔ متی ۵:۴۵۔۳۸

قرانی کے خیال میں ان تمام تصریحات کے باوجو عیسائیوں نے انسانیت کی سب سے زیادہ توہین

کی اور انہیں قتل وغارت سے دو چار کیا لوگوں کے اموال جانیں لوٹنے میں سب پر بازی لے گئے اسے وہ اپنی خوش قسمتی کا سرچشمہ سمجھتے ہیں جب کہ انجیل انہیں اس کام سے روک رہی ہے اور دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کررہی ہے۔

قرانی کے نزدیک جو کوئی اللہ تعالی کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرے وہ سب سے بڑا کافر ہے جب کہ ہماری کتاب قران مجید میں جہاد کے فضائل بیان کئے گئے ہیں کہ اسے ایمان کے بعد سب سے بڑا درجہ دیا گیا ہے اور یہ عمل خدا کے مقرب بننے کا بڑا وسیلہ ہے۔(۳۱)

۲۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے عیسائی مورخین نے بھی نقل کیا ہے کہ عیسائیوں نے اپنے تاریخ کے آغاز میں یہود سے جنگیں کیں۔ وہ انہیں آگ میں زندہ جلاتے تھے اور کشتی میں بٹھا کر سمندر میں ڈبو دیتے تھے۔ اس طرح یہودیوں کو ہر قسم کے مصائب سے دوچار کیا۔ اگر یہ ایسا نہ کرتے تو یہودان کا نام و نشان بھی نہ چھوڑتے کیونکہ وہ ان کے خدا حضرت عیسی علیہ السلام کے قاتل تھے ۔حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع آسمانی کے بعد ان کے مخلصین کی تعداد بارہ سے زیادہ نہ تھی۔ باقی ۷۰ ڈر کر بھاگ گئے تھے اگر یہ ان کے سامنے آتے تو بری طرح مارے جاتے۔

لہٰذا اس کے ردعمل میں عیسائیوں نے عیسائیت کی اصل تعلیمات کو پس پشت ڈالا اور قتل وغارت کو اپنا شیوہ بنالیا جب کہ ان کے دین نے انہیں اس قسم کی باتیں نہیں بتائی تھیں بعد کے ادوار میں عیسائیوں نے اپنے دین کو دلچسپ بنانے کے لیے ایسے شعبدے اور خرق عادات جیسے طریقے ایجاد کئے تاکہ عوام الناس کو آسانی سے بے وقوف بنایا جاسکے۔

۳۔ اس کے علاوہ ان کے مذہبی لٹریچر سے یہ ثابت ہے کہ ان کے گزشتہ انبیاء کرام اپنے دور کے سرکش انسانوں سے جہاد کرتے تھے۔ مثلا حضرت داود علیہ السلام نے جالوت سے لڑائی کی اور اسے قتل کیا۔اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے زمانہ کے کفار سے جنگ کی لیکن ایسا کرنے سے ان کے دین کو کچھ نہ ہوا۔ اس سے معلوم ہو اہل حق کا اہل باطل سے جہاد کرنا طریقہ خداوندی ہے ہم مسلمان اسے طریقہ کے پیروکار ہیں لہٰذا جذبہ جہاد ہماری عظمت وشان وشوکت کی دلیل ہے (۳۲)

۵۔ اس سلسلہ میں یہ سوال جو آج بھی مستشرقین یورپ کی جانب سے اکثر سنائی دیتا ہے کہ مسلمان عیسائیوں پر تنقید کرتے وقت یہ کہتے ہیں کہ عیسائی چار اناجیل کو کلام خدامانتے ہں جو چار مختلف انسانوں کی لکھی ہوئی ہیں ۔جبکہ خود مسلمانوں میں قرآن مجید کے حوالہ سے مشہور ہے کہ قرآن مجید سات مختلف قراتوں میں پڑھاجاتا ہے اور ان قراء کے آپس میں اختلافات ہیں اور بعض علماء کے نزدیک انکی تعداد سات سے زائد ہے ۔لہٰذا مسلمان بھی سات یا دس قرآن کے حامل ٹھہرے کیونکہ ان

کے ہاں ہم سے بڑھ کر اختلافات ہیں۔

قرانی نے اس شبہ کا جواب طنزیہ انداز میں پیش کیا ہے کہ ہر کالی چیز کھجور نہیں ہوتی اور نہ ہی سفید چیز چربی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اپنی مقدس کتاب اپنے سب سے افضل رسول پر لغت قریش میں نازل کی تھی۔ اس زمانہ میں مختلف قبائل عرب امالہ، تفخیم اور قصر اور جہواخفا مختلف اوقات میں ادا کرتے تھے۔ اگر ان سب قبائل عرب کو یہ کہا جاتا کہ وہ قرآن مجید صرف لغت قریش میں پڑھیں تو ان کے لیے ایسا کرنا مشکل ہوجاتا۔اور آپ نے اپنے رب کی اجازت سے اسے مختلف لغات میں پڑھنے دیا۔یہ ساری قرآت حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بذریعہ تواتر منقول ہیں جب کہ اس کے بر عکس اناجیل کے سلسلہ روایت میں یہ پتہ نہیں چلتا کہ راوی نے یہ کتاب جس سے روایت کی وہ عادل بھی تھا یا نہ اور نہ ہی اناجیل کے مولفین نے اس سلسلہ میں کوئی صراحت کی ہے ان کی اناجیل میں قصے کہانیاں اور کچھ اقوال حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں اور یہ سب کچھ حضرت عیسی السلام کے رفع آسمانی کے طویل عرصہ بعد لکھے گئے۔(۳۳)

عیسائیت کے تضادات۔

قرانی نے مطالعہ عیسائیت کے دوران ان کے مذہب میں ایسے تضادات محسوس کئے تو ان پر ۱۰۲ شبہات ان انداز میں وارد کئے جن کا جواب دینا ہر کس و ناکس کے بس میں نہیں۔ اس سے قرانی کے ذہانت وحاضر دماغی کا احساس ہوتا ہے کہ اس نے عیسائی عقائد کو نقل کے ساتھ ساتھ عقل کی روشنی میں بھی پرکھا ہے بطور نمونہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ا۔ عیسائیوں کے خیال میں مسیح علیہ السلام عین خدا ہیں۔ آپ زمین پر اس لیے آئے کہ عیسائیوں کی یہود کے مقابلہ میں مدد کریں۔ اس طرح وہ بزرگی کے آسماں پر چمک اٹھے اور انسانیت کو گناہوں کی دلدل سے نکال باہر کیا۔

یہاں قرانی عیسائیوں سے سوال کرتے ہیں کہ ذات باری کی حرمت وعظمت کا تقاضہ ہے کہ وہ اس کا اظہار اپنے پسندیدہ رسولوں کے توسط سے کرتے۔اسے کیا پڑی تھی کہ وہ اس قدر ارفع واعلی مقام سے اتر کر مصائب کی تہ تک جاپہنچا اور عورت کے رحم میں جگہ بنائی اور اس کے خون سے غذا لیتا رہا اور اس کا تولدایک عورت کے ہاں ہوا جس نے اس کی تربیت کی اور اس کی ہر طرح دیکھ بھال کی کہ وہ پل کر جوان ہوا۔بعد میں یہود کے ہتھے چڑھ گیا جنھوں نے اسے ذلیل کرکے سولی پر چڑھا دیا۔ وہ اس ذلت سے بچنے کے لیے مختلف راہیں تلاش کرتا رہا۔ اور اپنی حامیوں کے ہاں چھپتا رہا۔بعد میں یہودا اسکریوتی کے حوالہ سے وہ یہود کے حوالہ کردیاگیا وہ قبر میں تین دن تک پڑا رہا اس طرح خداوند

کچھ عرصہ کے لیے دنیا سے معدوم ہوگیا۔ تین دن کے بعد وہ دوبارہ جی اٹھا

قرافی کے خیال میں یہ ذلت و رسوائی کی آخری منزل ہے جب کہ اس کے مقابلہ میں مسلمان رب تعالے کو جسم سے پاک گردانتے ہیں کہ وہ ذات دکھ درد سے کوسوں دور ہے۔ اسی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو باعزت نبی بنا کر بھیجا کہ اس کے دشمن اس کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔(۳۴)

اس طرح وہ اس کی وضاحت ایک مثال سے کرتے ہیں کہ فرض کیجیے کہ اگر کوئی شخص کس دور دراز جزیرہ میں نشوونما پاتا ہے کہ اسے کسی مذہب کا پتہ نہ ہوا اور نہ ہی وہ اس سلسلہ میں لوگوں سے مل سکا۔

اب اسے یہ کہا جائے کہ تیرا خالق ایسا ہے جو تجھ جیسا ہے تیری طرح حاجات ضروریہ کا محتاج ہے اسے بھوک پیاس لگتی ہے وہ سوتا جاگتا ہے۔ عقل یہ سب کچھ تسلیم نہیں کرسکتی چہ جائیکہ وہ اسے رب تسلیم کرے۔ اس طرح تو وہ اپنے آپ کو بہت بہتر تسلیم کرے گا کہ اسے تو ان مصائب و آفات سے نہیں گزرنا پڑا۔(۳۵)

حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں جو کچھ اوپر بتایا گیا ہے یہ ان کی اناجیل کا خلاصہ ہے جس کا وہ انکار نہیں کرسکتے۔

۲۔ عیسائی کہتے ہیں کہ خالق کائنات ازلی ہے جس نے آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی۔ یہ ماننے کے بعد ان سے پوچھا جائے گا کہ وہ ایک معبود ہے یا نہ۔ اگر وہ اسکا جواب اثبات میں دیں تو امانت (creed) کے منکر متصور ہوں گے کیونکہ اس امانت میں ان سے یہ کہلوایا جاتا ہے کہ ہم ایک باپ کو مانتے ہیں جو پوری کائنات کو کنٹرول کررہا ہے اور اس ایک خدا کو مانتے ہیں جس کا نام یسوع مسیح ہے اسی کے توسط سے پوری کائنات وجود میں آئی۔ اور اس روح القدس کو مانتے ہیں جو زندہ ہے یہ کہ کر وہ تین ازلی خداؤں کے قائل ہوگئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اولاد آدم میں ایک ایسے انسان کو مقدس مانتے ہیں جس کا نام یسوع ہے۔ اس طرح چار خداؤں کے قائل ہوگئے اس حماقت کا انہیں احساس بھی نہیں۔

اگر ان کا جواب نفی میں ہو' اس طرح وہ تورات وانجیل کے منکر ٹھریں گے کیونکہ تورات میں واضح طور پر توحید کا سبق دیا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے "میں اکیلا خدا ہوں۔ میرے ساتھ کوئی اور نہیں میں زندہ اور مارتا ہوں۔ میں بیمار کو تندرست کرتا ہوں۔ اس طرح انجیل میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو توحید کی عکاسی کرتے ہیں۔(۳۶)

۳۔ عیسائی یہ کہتے ہیں کہ آدم' ابراہیم' اسماعیل اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اور ان کی مائیں

حضرت مسیح علیہ السلام کو پہچانتی تھیں اور یہ تسلیم کرتی تھیں کہ وہ ان کا خالق ومدبر ہے اگر وہ یہ تسلیم کرنے سے انکار کریں تو اس صورت میں وہ ان انبیاء کا انکار کریں گے کہ وہ اپنے خالق کے بارہ میں کچھ نہ جانتے تھے اور اگر جواب اثبات میں ہو تو ان کی کتابوں کا انکارلازم آئے گا کہ ان میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ یہ انبیاء کرام ایسا عقیدہ رکھتے تھے کہ مسیح خدا ہیں(۳۷)

۴۔ کیا اللہ تعالے آدم و اولاد آدم کو صلیب مسیح کے بغیر بخشنے پر قادر ہیں یا نہ اگر جواب نفی میں ہو تو خدا کو عاجز وبے بس ماننا پڑے گا اور اگر جواب اثبات میں ہو تو مسیح علیہ السلام کی طرف جو توہین آمیز جملے منسوب ہیں ان کو نہ مان کر کافر متصور ہوں گے۔یہ کوئی انصاف نہیں کہ آدم کی نجات کے لیے اللہ تعالے نے اپنے بیٹے کی قربانی دی۔(۳۸)

۵۔ عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق عیسی علیہ السلام پہلے مرے پھر زندہ ہوئے۔ اس صورت میں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ اسے کس نے زندگی دی۔اگر وہ کہیں کہ خود اس نے اپنے آپ کو زندگی دی ۔ ہم پھر سوال کریں گے وہ خود زندہ ہے یا مردہ اگر وہ زندہ ہے تو یہ تحصیل حاصل ہے۔اگر اسے مردہ کہیں۔تو اس طرح وہ ایک ناممکن شی کو تسلیم کررہے ہیں۔(۳۹)

اور اگر یہ کہیں کہ کسی غیر نے اسے زندہ کیا تو پھر ماننا پڑے گا کہ وہ بندہ ہیں نہ کہ خود خدا۔

۶۔ عیسائیوں سے ایک سوال کہ مسیح علیہ السلام کو مارنا حکمت'دانائی ہے یا بیوقوفی اگر وہ اسے حکمت تصور کرتے ہیں تو انہیں قوم یہود شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے عیسی علیہ السلام کو صیلب دے کر حکمت خداوندی کو مکمل کیاہے اگر وہ اسے بے وقوفی سمجھتے ہیں تو اس صورت میں انہوں نے رب تعالے کی طرف سفاہیت بے وقوفی منسوب کی جو کہ کھلا کفر ہے۔(۴۰)

۷۔ ان کی امانت (creed) میں لکھا ہے کہ رب تعالے پورے کائنات کے منتظم اور ہر چیز کے مالک ہیں اور مرئی و غیر مرئی اشیاء کو بنانے والا ہے۔ یہ عقیدہ مان کر انہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ مسیح اور روح القدس کا بھی خالق ہے کہ یہ دونوں یا تو مرئی یعنی نظر آتے ہیں یا غیر مرئی۔ دونوں صورتوں میں وہ مخلوق متصور ہوں گے یہ ان کے عقیدہ امانت کے خلاف ہے۔(۴۱)

۸۔ عیسائی اپنی امانت (crced) میں کہتے ہیں کہ خدا خلق و ملک میں ایک ہے پھر دوسرے فقرہ میں اس کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس خدا کے ساتھ ایک اور خدا بھی ہے جو کائنات کو اپنے دست قدرت سے وجود میں لایا۔

یہاں قرانی سوال کرتے ہیں کہ کیا کوئی عقل مند یہ تسلیم کرسکتا ہے باپ بھی ہر چیز کا خالق ہو اور بیٹا بھی۔اگر یہ درست ہے کہ باپ نے ہر چیز پیدا کردی تو اب تخلیق کے لیے کیابچا اور اگر بیٹا کو

خالق مانیں تو باپ کے حصہ میں تخلیق کے حوالہ سے کیا آیا اگر خالق ایک ہے تو مختلف چیزوں کے ذکر کرنے کا کیا فائدہ۔

قرانی کے خیال میں اس امانت کے ترتیب دینے والے انتہائی جاہل انسان تھے۔ اگر ان کا یہ عقیدہ مسلمانوں کے سکول کے بچے گھڑتے تو وہ اس قدر حماقت کا اظہار نہ کرتے۔(۴۲)

۹۔ عیسائیوں نے اپنی امانت(Creed) میں ثابت کر دکھایا کہ وہ اولاد آدم میں سے ایک انسان کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ یسوع مسیح علیہ السلام ایک ایسے انسان کا نام ہے جو مریم علیہاالسلام سے پیدا ہو کر جوان ہوا اولاد آدم کا ہر فرد مخلوق کہلاتا ہے لہٰذا اس صورت میں مخلوق کی عبادت کے مرتکب ہوئے۔

اور اگر انکے عقیدہ کے مطابق یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ذات قدیم نے ناسوت یعنی انسانی جسم میں حلول کرلیا تو ناسوت ہمیشہ مخلوق شمار ہوتی ہے مسیح علیہ السلام دونوں کے مجموعہ کا نام ہے لہٰذا قدیم اور حادث کا مرکب حادث ہی ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عیسائی حادث کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر آج انہیں اپنی حماقت کا احساس ہو تو وہ یہ عقیدہ تسلیم کرنے سے انکار کردیں گے۔(۴۳)

۱۰۔ عیسائی اپنی امانت (Creed) میں یہ الفاظ کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام اللہ کا بیٹا جو تمام مخلوق خدا میں اس کا پہلوٹا(بکرالخلائق) ہے اور اپنے باپ سے پیدا ہوا۔ یہ الفاظ کہہ کر وہ مسیح علیہ السلام کے حادث ہونے کا اعلان کرتے ہیں وہ اسے قدیم مان کر ایک بنیادی اصول کی خلاف ورزی کررہے ہیں۔ اصول یہ ہے کہ دوسری چیز سے پیدا ہونے والا زمانہ کے لحاظ سے اپنے باپ کے بعد میں آئے گا پہلے باپ کا وجود بعد میں بیٹے کا وجوداگر ان کے بقول دونوں ایک وقت میں وجود میں آئیں تو نہ باپ باپ رہ سکتا ہے اور نہ بیٹابیٹا لہٰذا جو بعد میں وجود میں آئے گا اسے ہی حادث کہتے ہیں۔بقول قرانی عیسائیوں کی یہ قوم حادث وقدیم میں فرق ہی محسوس نہیں کرسکتی۔لہٰذا انہوں نے کائنات کا بنیادی اصول بلا سوچے سمجھے توڑ رکھا ہے۔(۴۴)

۱۱۔عیسائیوں کی امانت (Creed) میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوری کائنات کو پیدا کیا تو اس صورت میں وہ اپنی ماں کا بھی خالق ٹھرے گا دوسرے الفاظ میں اس نے ماں کو پیدا کیا۔ قرانی کے خیال میں ایسا عقیدہ صرف پاگل' ذہنی مریض ہی پیش کرسکتے ہیں پھران کا یہ فقرہ اس عقیدہ کو غلط ثابت کرتا ہے کہ یہ بچہ جس کا نام یسوع مسیح ہے یہ داود کا پوتا ہے اس صورت میں وہ اپنی تخلیق سے قبل داود اور پوری دنیا کو کس طرح پیدا کرسکتا ہے ایسی حماقت تو کوئی عقل مند انسان نہیں کرسکتا۔(۴۵)

۱۲۔ عیسائیوں کی امانت (Creed) میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ خداوند مسیح آسمان سے اترا۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آسمان سے اترنے والی صفت ناسوت (Human nature) تھی یہ صورت متفقہ طور پر باطل ہے۔اور اگر نازل ہونے والی صفت لاہوت (Divin nature) ہے ۔اب اگر وہ خود باپ ہے تو اس صورت میں انسانی کمزوریاں اس کی صفت قرار پائیں گی کہ وہ خدا کھاتا پیتا بھی ہے نیچے سے اوپر جاتا ہے یہ ساری صفاتِ مخلوق کی ہیں خالق کی نہیں ہوسکتیں۔ذات باری تعالی بلا شبہ ان نقائص سے ماوراء ہے اور اگر انکے عقیدہ کے مطابق کلمتہ سے مراد علم ہے تونزول عیسی کے وقت ذات باری تعالی بغیر علم کے رہ جائیں گی اور اگر اس ذات میں علم نہ تو وہ ربوبیت کی صفت سے بھی عاری ہوگی۔(۴۶)

ہم نے صرف بطور نمونہ قرافی کے چند الزامات پیش کردیئے ہیں۔ ورنہ ان کی فہرست طویل ہے قرافی کے اپنے ایک فقرہ سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ نہ صرف قلم کی جولانیوں کے شہسوار تھے بلکہ مناظرہ کرتے وقت اپنے(خصم) مدمقابل کو لاجواب کردیتے تھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"وکذلک اتفق لی مع کثیر منھم فی المناظرۃ"

اس طرح آپ کا یہ جملہ بھی انتہائی معنی خیز وقابل توجہ ہے جہاں وہ عیسائیوں کو عقل ودانش کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں۔

"لو کانت القوم فطنتہ بکوا علی عقولھم قبل ادیا نھم"

اگر انہیں تھوڑی سی عقل ہوتی تو اپنے اس مذہب کو گلے لگانے سے پہلے اپنی عقل کا ماتم کرلیتے۔

الاجوبتہ الفاخرۃ پر عمومی تبصرہ

قرافی کی یہ کتاب نہ انتہائی مختصر ہے اور نہ ضخیم ۔ مصنف علام اصولی ہونے کے باوجود عیسائی لٹریچر اور انکے تضادات سے پوری طرح باخبر تھے آپ نے ان عقائد کا تجزیہ کرتے وقت انہیں غیر عقلی irrational اور احمقانہ illgoical ثابت کیا ہے۔علامہ ابن حزم اور ابن تیمیتہ کی طرح آپ کا لہجہ درشت بھی نہیں آپ نے پوری کتاب میں شائستگی اور ذہانت کا ساتھ نہیں چھوڑا اور اپنے مدمقابل پر ۱۲ سوالات کے مقابلہ میں ۱۰۷ سوالات اس انداز میں پیش کئے کہ آج بھی کوئی عیسائی ان کا جواب نہ دے سکے گا۔یہ طریق کار اس فن میں لکھنے والے مصنفین کے ہاں کم دیکھنے میں آیا ہے علامہ ابن تیمیتہ کے برعکس وہ قرآن وحدیث سے کم استفادہ کرتے ہیں کیونکہ انکا خصم انہیں تسلیم ہی نہیں کرتا آپ کا یہ اسٹائل معتزلہ کے علماء سے زیادہ مشابہ ہے۔

ان تمام خوبیوں کے باوجود انکی ایک قابل ذکر کمزوری یہ ہے کہ پوری کتاب میں مصنف علام

نے اپنے ماخذ کی نشاندہی نہیں کی۔ کہ کس مواد کو پیش نظر رکھ کر اسے مرتب کیا اسی طرح بعض اوقات ان کی بعض تراکیب سے مناظرانہ انداز بھی جھلکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد ابن جبیر 'سفرنامہ' (مترجمہ حافظ احمد علی شوق رامپوری) 'نفیس اکیڈمی کراچی' (۱۹۶۹) ص ۴۰

۲۔ احمد ابن ادریس القرافی' الاجوبتہ الفاخرۃ عن الاسئلہ الفاجرہ' دارالکتب العلمیہ بیروت (۱۹۸۶) ص ۳

۳۔ حوالہ سابق ص ۳

۴۔ تفصیل کے لئے دیکھئے' لویس شیخو الیسوعی' مقالات دینیہ قدیمتہ لبعض مشاهیرا لکتبتہ النصاری مطبع الیسوعین بیروت (۱۹۲۰) ص ۲۶۔۱۵

5- Cate Patrich O Haire Each other Scripture unpublished Ph.D thesis submitted to the faculty of the Hartford Seminary Foundation (U.S.A.) 1974 P 53

۶۔ لویس شیخوالیسوعی 'مقالات دینیہ قدیمتہ' ص ۲۰

۷۔ حوالہ سابق' ص ۲۰۔۱۹

۸۔ حوالہ سابق' ص ۲۲۔۲۱

۹۔ حوالہ سابق 'ص ۲۴۔۲۳

۱۰۔ احمد بن ادریس القرافی' الاجوبتہ الفاخرۃ عن الاسئلتہ الفاجرۃ' ص ۳

۱۱۔ حوالہ سابق' ص ۱۸۳

۱۲۔ حوالہ سابق' ص ۱۸۲

۱۳۔ حوالہ سابق 'ص ۵

۱۴۔ حوالہ سابق' ص ۵

۱۵۔ حوالہ سابق' ص ۶

۱۶۔ حوالہ سابق 'ص ۷

۱۷۔ حوالہ سابق' ص ۷

۱۸۔ حوالہ سابق 'ص ۸

۱۹۔ حوالہ سابق 'ص ۱۱۔۹

۲۰۔ حوالہ سابق' ص ۱۲۔۱۰

۲۱۔ حوالہ سابق، ص ۲۱۔۲۰

۲۲۔ حوالہ سابق، ص ۲۱

۲۳۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، محمد تقی عثمانی، مقدمہ، بائبل سے قرآن تک، مکتبہ دارالعلوم کراچی (۱۳۸۸ھ) ج ۱، ص ۱۲۶۔۱۱۶

۲۴۔ احمد بن ادریس القرافی، الاجوبۃ الفاخرۃ، ص ۲۲۔۲۱

۲۵۔ حوالہ سابق، ص ۲۱

۲۶۔ حوالہ سابق، ص ۲۶۔۲۲

۲۷۔ حوالہ سابق، ص ۲۷

۲۸۔ حوالہ سابق، ص ۵۹

۲۹۔ حوالہ سابق، ص ۶۱۔۵۹

۳۰۔ حوالہ سابق، ص ۶۳۔۶۱

۳۱۔ حوالہ سابق، ۶۵۔۱۳

۳۲۔ حوالہ سابق، ص ۸۹۔۸۸

۳۳۔ حوالہ سابق، ص ۹۹۔۹۷

۳۴۔ حوالہ سابق، ص ۱۰۳

۳۵۔ حوالہ سابق، ص ۱۰۴

۳۶۔ حوالہ سابق، ص ۱۰۵۔۱۰۴

۳۷۔ حوالہ سابق، ص ۱۰۶۔۱۰۵

۳۸۔ حوالہ سابق، ص ۱۰۷

۳۹۔ حوالہ سابق، ص ۱۰۸

۴۰۔ حوالہ سابق، ص ۱۰۸

۴۱۔ حوالہ سابق، ص ۱۱۳

۴۲۔ حوالہ سابق، ص ۱۱۳

۴۳۔ حوالہ سابق، ص ۱۱۳

۴۴۔ حوالہ سابق، ص ۱۱۴۔۱۱۳

۴۵۔ حوالہ سابق، ص ۱۱۴

۴۶۔ حوالہ سابق، ص ۱۱۵